ڈاکٹر فرحت جبیں ورک

استاد شعبہ اردو،فاطمہ جناح ویمن یونیورسٹی، راولپنڈی۔

منیر نیازی کا تصورِ حُسن اور سماجی حدود

Dr. Farhat Jabeen Virk

Assistant Professor, Urdu Department,

Fatima Jinnah Women University, Rawalpindi

Muneer Niazi, Urdu Poetry, Poetic Themes

Vision of Beauty and Social Boundaries in Munir Niazi's Poetry

Man uses objects, events and the signs of the universe for expression of his inner state and feelings, which ultimately figure out in human behavior. Urdu language has the distinction that poets have been searching beauty and love in emotions, images and objects i.e. every object of the universe. Whether it is the sorrowful feelings for the beloved or the overall circumstance, the poets search for simple words and meanings to their thoughts that appear pictures and sculptures to the reader. Munir Niazi was a master craftsman who chose poetic words that gave life to his emotions, images and objects.

شاعر فطرت میں حُسن کا متلاشی ہے اور حقائق کی گھٹی ہوئی سنگلاخ فضا میں اپنے لطیف تصوّرات کا ذریعہ اس حُسن کا احساس اور اظہار کرتا ہے جو کائنات کا ابدی و ازلی سرمایہ ہے چونکہ محسن مسرت کا سرچشمہ ہے۔اس لیے وہ اپنی حسین تخلیقات کے ذریعہ ایک مجبور انسان کو ایک ایسے افق کی طرف متوجہ کرتا ہے جس کی جستجو میں اُس کا دل مسرت و انبساط سے لبریز ہو جائے اور پھر جب اُس کے روبرو فطرت اپنی تمام رعنائیوں اور شادابیوں کے ساتھ جلوہ گر ہو اور وہ خود فطرت کے ساتھ یک جان ہوتا محسوس کرے تو یقیناً ایسی حالت میں اس کی یہ تخلیقات اُسے ان ذہنی و حسی رفعتوں تک لے جا سکتی ہے جہاں تمام فضا ایک حسین خواب کی تعبیر معلوم ہونے لگے اور اُس کی بوجھ تلے دبی ہوئی روح سُبک اور بے پایاں ہو جائے۔حُسن محض ایک قدر کا ہی نام نہیں بلکہ یہ معاشرے بسنے والے انسانوں کے درمیان محبت اور جنگ کا باعث بھی بنتا

ہے یعنی حُسن نعمت کے ساتھ ساتھ زحمت بھی ہے۔ بقول ریاض احمد: ''حُسن کا تصور اب بھی قوت اور توانائی بننے کی بجائے کمزوری اور فرار کا ذمہ دار ٹھہرتا ہے''۔(۱) حُسن رحمت ہو یا زحمت، بہر حال یہ کائنات کا اشارہ بن کر سامنے آتا ہے۔عشق کے ساتھ حُسن کا ذکر ہماری اُردو روایتی شاعری میں بطور علامت استعمال ہوتا رہا ہے اور حُسن تو کائنات کا اشارہ بن کر بھی سامنے آتا ہے۔منیر نیازی نے جہاں حُسن کے روایتی تصوّر کو اجاگر کیا ہے وہیں تصوّرِ حُسن کو وسیع معنوں میں استعمال کرتے ہوئے جو فضا مرتب کرتے ہیں وہ مختلف بھی ہے۔

☆ محبوب کے حُسن کو بیان کرتے ہوئے منیر نیازی نے کسی بھی غزل میں خط وخال کا ذکر نہیں کیا۔ چہرے کی رعنائی کے ساتھ ساتھ انہوں نے غزلیات میں جو دو مضامین فراوانی سے بیان کئے ہیں وہ لبوں کا حُسن اور آنکھوں کی دلکشی ہے۔اس سے یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ حُسن محبوب کو ایک اکائی کی شکل میں دیکھتے ہیں۔محبوب کے لبوں کی لالی، غزل میں ایک پائمال موضوع ہے۔تاہم منیر نیازی نئی تشبیہات سے اس پائمال مضمون کو بھی جان دار بنا دیتے ہیں:

ے بہنے لگی ندی اِک سرخ رنگ مَے کی
اِک شوخ کے لبوں کا نعلیں ایاغ چمکا
(جنگل میں دھنک، مشمولہ کلیاتِ منیر، ص۔ ۲۲۴)

یہی لبوں کی سُرخی منیر نیازی کے لیے بھرے دشت میں بہار کی سی ہے۔

ے یوں تو ہے رنگ زرد مگر ہونٹ لال ہیں
صحرا کی وسعتوں میں کہیں گلستاں تو ہے
(دشمنوں کے درمیان شام، مشمولہ کلیاتِ منیر، ص۔ ۳۱۲)

محبوب کے لبوں کی سُرخی عاشق کے لیے مشعل راہ بھی ہے جو گُھپ اندھیرے میں شعلہ بن کر نظر آتی ہے۔

ے کیا اندھیرے میں روشنی سی رہی
رنگ لب کا شرار سا نکلا
(ایضاً، ص۔ ۳۲۳)

منیر نیازی کو محبوب کے لبوں کی سُرخی کا عکس اپنی آنکھوں میں محسوس ہوتا ہے اور اُن لبوں سے نکلنے والی گفتگو کی تپش دل تک اُتر جاتی ہے:

ہے آنکھ سُرخ اُس لب نعلین کے عکس سے
دل خوں ہے اُس کی شعلہ بیانی کو دیکھ کر
(ایضاً، ص۔ ۳۲۲)

حسین لوگ جب بنتے سنورتے ہیں۔ ہونٹوں پہ لالی گہری کرنے کے لیے مسّی لگاتے ہیں جس کی خوشبو منیر نیازی کو گلستان کی یاد دلاتی ہے۔

چھلکائے ہوئے چلنا خوشبو لبِ لعلیں کی
اک باغ سا ساتھ اپنے مہکائے ہوئے رہنا
(چھ رنگین دروازے، مشمولہ کلیاتِ منیر، ص-۴۹۹)

منیر نیازی کے لیے محبوب کی نظروں کا جادو ایسی حقیقت ہے کہ جسے وہ جھٹلانے کو کسی صورت تیار نہیں۔ ان کا دل خون ہوا مگر وہ اسے افسانے سے زیادہ اہمیت دینے کو تیار نہیں:

اس کے آنکھ کے جادو کی ہر ایک کہانی سچی
میرے دل کے خوں ہونے کے سب افسانے جھوٹے
(تیز ہوا اور تنہا پھول، مشمولہ کلیاتِ منیر، ص-۱۲۹)

''چشمِ سرما سا'' منیر نیازی کے لیے بھی کشش کا باعث ہے:

اِک شام سی کر رکھنا کا جل کے کرشمے سے
اِک چاند سا آنکھوں میں چمکائے ہوئے رہنا
(چھ رنگین دروازے، مشمولہ کلیاتِ منیر، ص-۴۹۹)

میر تقی میرؔ کی غزل کا مشہور مقطع ہے:

میرؔ ان نیم باز آنکھوں میں
ساری مستی شراب کی سی ہے

منیر نیازی اسی مضمون کو یوں بیان کرتے ہیں:

ہے شکل تیری گلاب جیسی
نظر ہے تیری شراب جیسی
(ساعتِ سیّار، مشمولہ کلیاتِ منیر، ص-۶۴۲)

جستہ جستہ آنکھوں کے کرشمے بیان کرتے منیر نیازی کی سیری نہیں ہوتی۔ اسی لیے وہ ایک غزل جو پانچ اشعار پر مشتمل ہے، میں ''آنکھیں'' ردیف کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ اس کے اشعار مسلسل غزل کی طرح ایک وحدتِ فکر تشکیل دیتے ہیں:

گہری گہری تکتی آنکھیں
راز چھپا کر رکھتی آنکھیں
صاف آئینے میں بھی جیسے
خود کو دیکھ نہ سکتی آنکھیں
(پہلی بات ہی آخری تھی، مشمولہ کلیاتِ منیر، ص-۶۹۴)

ردیف ''آنکھیں'' کے ساتھ اسی وزن میں منیر نیازی نے ایک اور غزل بھی لکھی ہے جو واضح طور پر نظم کی طرح ایک مرکزی خیال کی حامل دکھائی دیتی ہے۔ اس غزل میں بھی اشعار کی تعداد پانچ ہے، جن میں سے دو بطور مثال پیش ہیں:

جگمگ کرتی آنکھیں
ہنستی باتیں کرتی آنکھیں
شاید مجھ کو ڈھونڈ رہی ہیں
چاروں جانب تکتی آنکھیں
(سیاہ شب کا سمندر، مشمولہ کلیاتِ منیر، ص-۸۱۷)

محبوب کی آنکھیں، منیر نیازی کی غزل میں خاص توجہ کی مستحق ٹھہری ہیں۔ نینوں نے نین ملتے ہیں تو محبت کے دروا ہوتے ہیں۔ اگر چہ منیر نیازی جانتے ہیں کہ ہر ایک سے یوں نظریں ملانا کُھلی دھوکہ بازی ہے:

اُن سے نین ملا کے دیکھو
یہ دھوکا بھی کھا کے دیکھو
(تیز ہوا اور تنہا پُھول، مشمولہ کلیاتِ منیر، ص-۷۶)

محبوب اپنے محبّ سے یوں تو اظہارِ محبت کر رہا ہے مگر آنکھیں کچھ اور کہتی ہیں:

رات یوں تو جو ادا تیری تھی محبوبانہ تھی
پھر بھی کیا شے اِک تری وہ چشمکِ بیگانہ تھی
(ایضاً، ص-۱۱۵)

اس بیگانگی کے باوجود محبوب اور محبّ کی نظریں اگر اتفاقاً بھی دو چار ہو جائیں تو محبّ کو نشہ مے سے زیادہ سرور محسوس ہوتا ہے:

وہ کسی کی تیز نظریں تھیں اور اپنا ہی لہو
گرمئ محفل کا باعث تندی صہبا نہ تھی
(ایضاً)

دلکش آنکھوں کا تکنا بعض اوقات منیر نیازی کے تصورِ حُسن کو دوسرے شعراء سے اس طرح بھی ممتاز کر دیتا ہے کہ محبوب کی آنکھوں کا دیکھنا جہاں عاشق کے لیے باعثِ مسرت ہے، وہیں اُس کی دیکھنے کا عجب انداز عاشق کو رنجور بھی کئے رکھتا ہے۔

خامشی سے دیر تک اس حسن کا تکنا مجھے
دیر تک اس یاد نے رنجور کر رکھا مجھے
(سفید دن کی ہوا مشمولہ کلیات منیر، ص-۲۹۷)

منیر نیازی دراصل حسن و عشق کے شاعر ہیں۔ دُنیا میں پھیلے ہوئے حُسن کو وہ نت نئے انداز میں بیان کرتے ہیں۔ منیر نیازی نے اپنی غزل میں حُسن محبوب کو ایک زندہ مجسم بدن کی صورت میں بیان کیا ہے۔ اُن کی ایک غزل کی ردیف ہی ''جسم'' ہے۔ اس غزل کے اشعار بھی ایک وحدتِ فکر میں پروئے نظر آتے ہیں:

پتھر کا اس کا دل ہے تو مخمل کا اس کا جسم
میدان ہے اس کی آنکھ میں، بادل کا اس کا جسم
شاید نظر پڑے جو درِ روشنی کھلے
اتنی سیاہ رات میں کاجل کا اس کا جسم
(چھ رنگین دروازے، مشمولہ کلیاتِ منیر، ص-۵۳۳)

ڈاکٹر وقار احمد رضوی، منیر نیازی کے تصورِ حُسن کے بارے میں یوں اظہار خیال کرتے ہیں:

منیر نے داخلی آہنگ سے اپنے فن کو خوبصورت بنانے کی کوشش کی ہے اور قدیم ادبی روایات سے فائدہ اُٹھا کر غزل میں نیا آب و رنگ بھرا ہے۔ ان کا مذہب حُسن پرستی ہے۔ حُسن فطرت میں جہاں کہیں نظر آتا ہے۔ وہ اس کی پرستش کرتے ہیں، منیر نئے تجربوں، نئی آرزوؤں اور نئی فضاء کے شاعر ہیں۔(۲)

☆ شعرائے اُردو نے حُسن کو اکثر محض ایک قدر کے طور پر رقم کیا کیونکہ اس کے بغیر عشق کا تجربہ سرے سے ناپید ہو جاتا ہے اور محبوب کا یہ حُسن بھی زمینی ہے وہ آسمانوں سے اُترنے والی کوئی مخلوق نہیں مگر منیر نیازی کے ہاں حُسن کا تصوّر قدرے مختلف ہے۔ وہ حُسن کو صرف ایک عورت کے وجود میں زمینی سطح پر ہی تلاش نہیں کرتے بلکہ یہ عورت کے وجود کے علاوہ شش جہات میں پھیل کر وسعت اختیار کر جاتا ہے۔ یہ حُسن کا وہ تصوّر ہے جو منیر نیازی کو دوسرے شعراء سے ممتاز کرتا ہے۔ منیر نیازی کی تصوراتی دُنیا ایک قلعے کی مانند ہے جس میں وہ جب چاہے، جیسا سوچتے ہیں ویسا ہی کرتے اور حقیقت میں بھی اُسی تصوّر کو تلاش کر لیتے ہیں۔ منیر نیازی حُسن کو آسمان کی وُسعتوں میں تلاش کرتے ہیں اور زمین پر جب انھیں اپنی آسمان والی تلاش نظر آتی ہے تو وہ اس پر خود بھی حیران ہوتے ہیں اور قاری بھی دَنگ رہ جاتا ہے اور یہاں اُسے منیر نیازی کے مضبوط تصوّر کی داد دینی پڑتی ہے:

میں نیم شب آسمان کی وسعتوں کو دیکھتا تھا
زمین پہ وہ حسن زار اُترا تو میں نے دیکھا
(دشمنوں کا درمیان شام مشمولہ کلیاتِ منیر، ص-۳۳۱)

طیّبہ ضیاء، منیر نیازی کے مضبوط تصوّرِ حُسن کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں: ''حسن پسند منیر کسی کا حُسن پرکھنے میں الہامی قوت کا حامل تھا''۔(۳) یہ الہامی قوت کا ہی اثر نظر آتا ہے کہ جس کی بنا پر منیر نیازی کو خدا کی بنائی ہوئی کائنات کا تمام حُسن محبوب کے جمال میں سمویا دکھائی دیتا ہے اور حسن کا اس قدر وسعت اختیار کرنا ایک انسان ہونے کی حیثیت سے، منیر نیازی کے لئے جہاں خوشیوں اور حیرتوں کا باعث ہے وہیں شاعر ہونے کی حیثیت سے وہ بہت بڑی مشکل میں بھی گرفتار نظر آتے ہیں کہ اس پوری کائنات پر محیط حُسن کے جلوؤں کو کس طرح اپنی شاعری میں سموئیں۔ اپنی اس مشکل کا اعتراف بھی منیر نیازی نے یوں کیا:

جمال یار کا دفتر رقم نہیں ہوتا
کسی جتن سے بھی یہ کام کم نہیں ہوتا
(دشمنوں کے درمیان شام مشمولہ کلیاتِ منیر، ص-۳۱۳)

☆ خوبصورتی منیر نیازی کی کمزوری نظر آتی ہے۔منیر نیازی کائنات میں موجود ہر خوبصورت چیز سے متاثر ہوتے ہیں اور اس کا اظہار بھی کرتے ہیں۔حُسن کے بیان کے لئے وہ بہت سے استعارے اور تشبیہات استعمال کرتے ہیں۔جن میں آسمان اور اس کے متعلقات میں سے ''چاند'' نمایاں ہے۔منیر نیازی کا مجموعہ کلام ''ماہِ منیر'' اِس کی بڑی مثال ہے۔جس میں ''ماہ'' یعنی چاند خوبصورتی وحُسن کا استعارہ ہے:

نیلے رنگ میں ڈوبی آنکھیں کُھلی پڑی تھیں سبزے پر
عکس پڑا تھا آسمان کا شاید اس پیمانے میں
(ماہِ منیر مشمولہ کلیاتِ منیر، ص ۔۴۳۹)

ہے مثالِ سنگ، دل اس نرگس بیمار کا
ہے بخار آنکھوں میں اُس کی حُسن کے آزار سے
(ایضاً،ص۔۴۵۰)

اثر ہے اس کی نظر کا مجھ پر
شرابِ گل کے اٰیاغ جیسا
(ساعتِ سیّار مشمولہ کلیاتِ منیر ، ص ۔۶۲۰)

منیر نیازی انسان کے حُسن کے ساتھ ساتھ کائنات کے حُسن سے بھی متاثر ہوتے ہیں۔انھیں،اس حُسن کے مظاہر، درختوں، پہاڑوں، دریاؤں یہاں تک کہ دشت میں بھی بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔اسی سے متاثر ہوکر وہ کہتے ہیں:

موسم ہے رنگیلا ، گیلا اور ہوا دار
گلشن ہے بھڑکیلا، نیلا اور خوشبودار
(ساعتِ سیّار مشمولہ کلیاتِ منیر، ص ۔۶۰۱)

خوبصورت چیزوں سے متاثر ہونا اور پھر ان کا اظہار کرنا انسان کی سرشت میں شامل ہے حُسن خواہ مناظرِ فطرت کا ہو یا انسانی شکل میں دامنِ دل کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔منیر نیازی ایسا حُسن پسند شاعر ہے کہ اُسے کائنات کے ہر جلوے کا محبوب کے حُسن سے تعلق نظر آتا ہے بلکہ محبوب کے حُسن میں کائنات کی تمام خوبصورتیاں اور کائنات کی تمام خوبصورتیوں میں محبوب کا حُسن دکھائی دیتا ہے۔محبوب کے حُسن کا ذکر کرنے کے لیے،خوبصورت لفاظی سے کام لینا منیر نیازی کی ہی طرزِ ادا ہے۔ڈاکٹر نیّر صمدانی ،منیر نیازی کی اس طرزِ ادا کے بارے میں کہتے ہیں:''اس کے نزدیک بادل، چاند، ہوا،خزاں،خوف، سناٹا ویرانی اپنی جگہ پر حُسن کی علامت ہے۔وہ محبوب کے حُسن کو بھی پائندہ دیکھنا چاہتا ہے۔اس نے محبوب کا ذکر پرستار کی حیثیت سے کیا ہے وہ خود کو کسی اور حیثیت سے پیش نہیں کرتا۔اگر کوئی واقعہ خلافِ طبعیّت رونما ہو جائے تو دوسروں کی طرح خود بھی حیران ہوتا ہے''۔(۴)

''حُسن'' کے بیان کو مزید واضح کرنے کے لیے منیر نیازی نے اپنی شاعری میں مختلف حسّوں کو استعمال کیا ہے۔وہ کبھی منظر سے پسِ منظر کو دیکھ کر حیران کر دیتے ہیں تو کبھی سُن کر، کبھی سونگھ کر اور محسوس کرنے کا عمل تو نرالا ہی ہے۔اس محسوساتی عمل کے لیے منیر نیازی مختلف استعارے استعمال کرتے ہیں جیسے خوشبو اور ہوا کا استعارہ۔

مثال ملاحظہ کیجئے:۔

عطر میں ڈوبی ہوئی ہے کوئے جاناں کی ہوا
آہ اس کا پیرہن اور اس کا صندل سا بدن
(دشمنوں کے درمیان شام، مشمولہ کلیاتِ منیر، ص-۳۱۱)

پھولوں اور مٹی کی خوشبو کا ذکر اکثر شعراء کے کلام میں ملتا ہے مگر جدید شعراء نے مٹی کی خوشبو کے علاوہ عطر کے ساتھ ساتھ صابن کی خوشبو کو، حُسن کے تصور کو دو چند کرنے کے لیے استعمال کر کے نئے قاری کو حیران کر دیا ہے۔

صابن کی بھینی بھینی خوشبو سے مہک گیا دالان
اُف ان بھیگی بھیگی آنکھوں میں دل کے ارمان
موتیوں جیسے دانت میں وہ گہری سُرخ زبان
دیکھ کے گال پہ ناخن کا مدھم سا لال نشان
کوئی بھی ہوتا میری جگہ پر ہو جاتا حیران
(تیز ہوا اور تنہا پھول مشمولہ کلیاتِ منیر، ص- ۱۲۸)

ڈاکٹر شہپر رسول، منیر نیازی کی اس حواس بیداری سے متعلق کہتے ہیں:

منیر نیازی نے پیکر تراشی کے عمل میں اپنے بیشتر حواس کی بیداری کا ثبوت دیا ہے۔ان کے شعری پیکر صرف موجود و مانوس اشیا کی لفظی تصویریں نہیں بناتے بلکہ تخیّلی اور نادر مظاہر کی تجسیم کا سحر بھی دکھاتے ہیں۔ان کی پیکر تراشی میں بروئے کار آنے والے استعاراتی اور علامتی زاویے ان کے فکر وخیال کی کثیر العناصری، لسانی آگہی اور فنی بصیرت کے غماز ہیں۔(۵)

☆ حُسن کا تصور، جدید شعراء کی دین نہیں بلکہ یہ متقدّ مین شعراء سے روایت کی طرح جدید شعراء کی شاعری کی بھی زینت بنا۔ویسے بھی یہ مصدّقہ حقیقت ہے کہ بعض روائیتوں کی ہر حالت میں حفاظت کرنی چاہیئے۔کیونکہ ان کی بنیاد ہزاروں سالہ انسانی تجربے پر مبنی ہے۔منیر نیازی نے بھی اسی روایت کو اپنائے رکھا بلکہ وہ حُسن وعشق اور جمالیات کے شاعر زیادہ نظر آتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ عام شعراء کی طرح وہ صرف ایک ہی چہرے میں حُسن تلاش نہیں کرتے بلکہ حُسن کا علاقہ مخصوص کرنے کی بجائے، وہ ہر چہرے پر خوبصورتی کا ایک مقام جو دریافت کر لیتے ہیں تو وہ گرد و پیش کے ماحول کی خوبصورتی کی بنا پر ہے کہ اگر معاشرہ خوبصورت ہوگا تو ہر چہرے پر ایک بشاشت ہوگی۔جیسے وہ کہتے ہیں:

ہر کسی کے چہرے پر
اک ضیاء سی ہوتی ہے
حُسن کے علاقے کی !
اک ادا سی ہوتی ہے
(چھ رنگین دروازے، مشمولہ کلیاتِ منیر، ص-۵۲۳)

دیکھا جائے تو زندگی کے سارے موڑ لمحوں کے سائے، رنگوں بھری شاموں کی رنگینیاں، دن رات جنم لینے والے ڈراموں کا ہر منظر، ننھی ننھی جزئیات کی خوشبو، ہر لمس، ہر گہرائی کی خوبصورتی حُسن کے جلوؤں سے ہی پنپتی ہے۔ مگر حُسن کی بات ہر شعراء کے دور میں ایک سی ہی نرالی نظر آتی ہے۔ جس کا اظہار منیر نیازی کچھ اس انداز سے کرتے ہیں۔

اس حُسن کا شیوہ ہے جب عشق نظر آئے
پردے میں چلے جانا شرمائے ہوئے رہنا
اِک شام سی کر رکھنا کاجل کے کرشمے سے
اِک چاند سا آنکھوں میں چمکائے ہوئے رہنا
(چھ رنگین دروازے، مشمولہ کلیاتِ منیر، ص-۴۹۹)

کلاسیکل عہد کے شعراء کی طرح منیر نیازی بھی حُسن والوں کو سادہ دل بتاتے ہیں مگر یہ سادگی، معصومیت کے زمرے میں نہیں آتی بلکہ شاعر حُسن والوں کو طنزاً سادہ مزاج کہتا ہے:

پوچھتے ہیں کہ کیا ہوا دِل کو
حُسن والوں کی سادگی نہ گئی
(ساعتِ سیّار، مشمولہ کلیاتِ منیر، ص -۶۲۴)

کلاسیکل عہد کے شعراء کی طرح منیر نیازی کی غزل میں بھی عاشق، محبوب کے وصال کے لیے تڑپتا ہے اور تصور میں وصل کی گھڑیوں کے مزے بھی لوٹتا ہے مگر جیسے ہی محبوب کا دیدار نصیب ہوتا ہے تو حُسن کے جلوے عاشق پر ایک عجب سی دہشت طاری کر دیتے ہیں اور تصور کی دُنیا میں کئے گئے اُس کے سب ارادے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔

حُسن کی دہشت عجب تھی وصل کی شب میں منیؔر
ہاتھ جیسے انتہائے شوق سے شل ہو گیا
(جنگل میں دھنک، مشمولہ کلیاتِ منیر، ص-۲۴۱)

☆ حُسن کے تصور کو مزید رنگا رنگی کے ساتھ پیش کرنے کے لئے منیر نیازی اسے رنگوں کی مالا سے بھی مزین کرتے ہیں۔ جیسے ہونٹوں کے بیان سے سُرخ یا گلابی رنگ خود بخود تصور میں اُجاگر ہو جاتا ہے مگر منیر نایزی ''لال ہونٹوں'' کو دیکھنے کے لیے بھی دیکھنے والی آنکھ تلاش کرتے ہیں۔ یعنی تصور میں بھی ہونٹوں کا رنگ پرکھنے کے لیے دیکھنے والی آنکھ چاہیئے:

جابجا میلے لگے ہیں لال ہونٹوں کے منیؔر
تیرگی میں دیکھنے کو چشمِ بینا چاہیئے
(ایضاً،ص-۲۲۶)

چھلکائے ہوئے چلنا خوشبو لب لعلیں کی
اک باغ سا ساتھ اپنے مہکائے ہوئے رہنا
(چھ رنگین دروازے، مشمولہ کلیاتِ منیر، ص- ۴۹۹)

منیر نیازی بنیادی طور پر حُسن اور رومان کے شاعر ہیں۔اس لئے ان کی شاعری میں حُسن زندگی بن جاتا ہے اور زندگی حُسن۔اِس حُسن کو انہوں نے ساری انسانی زندگی میں بکھرا ہوا دیکھا ہے لیکن ان کے خیال میں اس کے لئے نگاہِ شباب کی ضرورت ہے۔انہوں نے اس حُسن اور نگاہِ شباب کو عام زندگی میں دیکھا ہے اور ان کے درمیان جو رشتہ ہے اس کی ترجمانی بڑی رنگینی اور رعنائی کے ساتھ کی ہے۔بقول جلیل عالی:''منیر نیازی کی شاعری حُسن و خیر، خوف و خواب، اسرار و داستانویت، حیرت و استعجاب اور معصومیت کے عناصر ترکیبی کا تخلیقی ثمر ہے''۔(۶)

منیر نیازی بنیادی طور پر حُسن کے شاعر ہیں اور اسی کے ذریعے انہوں نے اپنی شاعری میں کائنات کی اس سب سے بڑی حقیقت کے ذریعے محبّت اور اصلیّت کے رنگ بھرے ہیں اُن کی نظموں اور غزلوں دونوں میں حُسن و شباب اور انسانی جذبات کی کہانیاں رقم ہیں۔ان میں ایسا حُسن بیان ہے کہ جس کے بغیر انسانی زندگی بے کیف اور بے رنگ معلوم ہوتی ہے۔بقول ڈاکٹر ناہید قاسمی:

منیر نیازی حُسن اور اصلیت (Purity) کی تلاش و جستجو کے مسلسل عمل سے گزرتا ہوا ایسا مہم جُو مسافر ہے۔جس کی سنگت افلاک کی وسعتوں اور پاتال کی گہرائیوں تک کے ان دیکھے منظر دکھلاتی ہے۔یہ اَن دیکھے منظر محض خواب و خیال نہیں ہیں بلکہ حقائق کی نشان دہی کے بیان کا شاعرانہ ڈھنگ ہے۔(۷)

حقیقتِ حُسن ایک ایسی چیز ہے کہ جس میں بعض اوقات انسان کو حُسن جا بجا دکھائی دیتا ہے مگر بعض اوقات اُسے حسن کے جلووں کے لیے ایک لمبی جستجو کرنی پڑتی ہے۔اور اسی تلاش کے سلسلے میں ناکامی پر ڈاکٹر ناہید قاسمی کہتی ہیں:'' منیر کبھی کبھار تلاش حُسن میں ناکامی پر جھنجھلا جاتے ہیں''۔(۸) حُسن ایک ایسی حقیقت ہے کہ جسے منیر نیازی نے ہر بدصورتی کو مٹانے کے لیے چاہا ہے۔جیسے وہ حال کی بدصورتیوں کے ختم ہونے اور معاشرے میں خوبصورتیوں کو دیکھنے کی آرزو اور اُمید لیے نظر آتے ہیں۔ان کے ابتدائی مجموعوں میں خاص طور پر زندگی، انسان اور سماج کے مسائل کی وجہ سے پیدا ہونے والی بدصورتیاں انھیں پریشان اور غمگین کرتی ہیں مگر اس سب کے باوجود وہ قنوطی نہیں بنتے بلکہ لہجے کی رجائیت قاری کو بھی معاشرے کی بدصورتیوں میں سے زندگی کے حُسن کی تلاش پر اُکساتی ہیں۔منیر نیازی سماجی رویّوں کی سنگدلی اور خوبصورتیوں کی پامالی پر باقاعدہ احتجاج کرتے ہیں۔اس ضمن میں ڈاکٹر نیّر صمدانی کہتے ہیں:

منیر نیازی کے یہاں زندگی کے مکروہ رویوں کی عکاسی زیادہ ہے۔وہ بدصورتی کے خلاف احتجاج کرتا ہے وہ بتانا چاہتا ہے سنگدل سماج نے حُسن کو قتل کر دیا ہے اور گدھ اور سانپ مقتول حُسن کی نعش نوچنا چاہتے ہیں۔منیر نیازی اپنی پُر خوف صلاحیتوں سے ایک ایسا منظر بنا دیتا ہے جس کو دیکھتے ہی پہلی سطح پر ہم سحر زدہ ہو جاتے ہیں مگر دوسری سطح پر اس منظر کی حقیقت ابھرنے لگتی ہے اور اس منظر کے مفہوم و معانی کا سحر بھی دل میں جاگزیں ہو جاتا ہے۔(۹)

انسانی حُسن میں خارج پر داخل کو، ظاہر پر باطن کو اور صورت پر سیرت کو فضیلت حاصل ہے۔مگر ہماری اجتماعی معاشرتی المیہ جس کی طرف منیر نیازی نے بھی اشارہ کیا ہے کہ ہم باطن سے زیادہ ظاہر کو اہمیت دیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ سماج میں مثبت رویے پنپنے کی بجائے منفی رویے پھل پھول رہے ہیں:

منیر حُسن باطنی کو کوئی دیکھتا نہیں
متاعِ چشم کھو گئی لباس کی تراش میں
(ماہِ منیر ، مشمولہ کلیاتِ منیر، ص -۴۰۹)

ہر معاشرے میں حُسن والوں کی محفل میں جلوہ گر ہونے پر جہاں پذیرائی کی جاتی ہے وہیں اہل حُسن سوطرح کے مصائب کا بھی شکار ہو جاتے ہیں۔انجمن آرائی کے شوق کو تکمیل تک پہنچانے کے لیے اہل حُسن سو طرح کے جتن کرتے ہیں۔ ہر معاشرے کے اپنے کچھ اصول اور قاعدے ہیں۔ جیسے ہمارے پاکستان میں ''پردے'' کا رواج ہے۔کچھ اپنے رسم ورواج کے مطابق اسے اپناتے ہیں تو کچھ اہلِ حُسن ضرورت کے تحت۔اہلِ حُسن بھی عام انسانوں کی طرح ہی ہیں مگر ظاہر ہونے پر سوطرح کے جھمیلوں کا شکار ہونے کی بنا پر یہاں بھی حُسن زیادہ تر پس پردہ ہی ملتا ہے۔منیر نیازی اس سماجی حد کو یوں بیان کرتے ہیں:

ہے شوق انجمن آرائی حُسن کو بھی مگر
مجال اس کو غمِ رونمائی دیتا نہیں
(ایضاً،ص۔۴۲۶)

اصل حُسن دیکھا جائے تو شباب اور حیات کے ساتھ مشروط نظر آتا ہے۔جب تک انسان معاشرے میں ہنستا، کھیلتا، اپنے زورِ بازو پر کماتا، حرکت کرتا، سماجی حدوں کے اندر زندگی گزارتا نظر آتا ہے، حُسن خود بخود اُس کی زندگی میں دخیل رہتا ہے مگر زندگی کے خاتمے کے ساتھ ہی ہر لطف و رعنائی بھی ختم ہو جاتا ہے۔انسان کو اس حقیقت کو سمجھنا چاہیئے اور جو لوگ کوئی روگ پال لیتے ہیں وہ دن بدن زندگی کے حُسن سے دُور ہو کر موت کی دلدل اور تاریکی میں اُترتے چلے جاتے ہیں۔حیاتِ شباب کی اس خوبصورتی کو منیر نیازی بھی سمجھتے ہیں اور اپنی زندگی تلخ ہونے کے باوجود، جینے کو ترجیح دیتے ہیں تاکہ زندگی کی خوبصورتیوں سے زیادہ سے زیادہ لطف اندوز ہوا جا سکے۔

مر گئے تو پھر کہاں یہ حُسن زارِ زندگی
زخمِ دل گہرا بہت ہے پھر بھی جینا چاہیئے
(جنگل میں دھنک ،مشمولہ کلیاتِ منیر،ص-۲۲۶)

انسان ہمیشہ سے سماج کے ہاتھوں مجبور و بے بس رہا ہے۔عشق کی داستان میں جدائی، ہجر،غم کے لمحات زیادہ تر سماجی رویوں کی وجہ سے دَر آتے ہیں۔عورت کی جہاں عزت آبرو کی حفاظت کے لیے مرد اپنے تن من کی بازی لگا دیتا ہے۔وہیں اکثر مرد و خواتین عورت کے حُسن سے مالی فائدہ اُٹھانے کے دَر پہ بھی رہتے ہیں۔کچھ کے ہاں عورت کے وجود کی قیمت وصول کرنا عادت ہے تو کچھ کے ہاں رسم۔ بہر حال دونوں صورتوں میں خریدار درکار رہتا ہے۔ایسی صورت کہ جب عاشق، محبوب کے ساتھ عمر بھر کا ساتھ رکھنا چاہتا ہو تو اُس کا مالی طور پر مستحکم ہونا بھی ضروری ہے۔دولت کے اس

عدم استحکام کی وجہ سے عاشق حضرات اکثر اپنی دل کی بازی ہار جاتے ہیں اور وہ دو وجہ سے محبوب کو نہیں اپنا سکتے کہ اول: اُس کے ساتھ عمر گزارنے کے لیے شادی کے اخراجات کہاں سے لائیں؟ دوئم: شادی کے بعد کے محبوب کے اخراجات کہاں سے پورے کریں گے؟ دونوں صورتوں میں سماج کی سب سے بڑی ضرورت روپیہ ہے جو نہ ہونے کی صورت میں آدمی بے وقعت ہے۔ اِسی اجتماعی معاشرتی المیے کو محسوس کرتے ہوئے منیر نیازی یوں اظہار کرتے ہیں:

جی تو کہتا ہے کہ اس کو ساتھ ہی رکھیں مگر
اپنے پاس اُس حُسن عیش انگیز کی قیمت کہاں
(ماہِ منیر مشمولہ کلیاتِ منیر، ص ۔۴۳۵)

عمر کا ڈھلنا ایک فطری عمر ہے۔ جدید دور میں آدمی اپنے حُسن کی بہار کو دیرپا رکھنے کے لیے دولت ہونے کی صورت میں بے شمار طریقے اپناتا ہے۔ جس میں اچھی سے اچھی خوراک، اعلیٰ ادویات اور پلاسٹک سرجری وغیرہ شامل ہیں مگر اس سب کے باوجود وہ جوانی والے حُسن کی بہار واپس نہیں لاسکتا کیونکہ اُس کا کوئی مول نہیں۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ کچھ لوگوں پر بیتی عمر کے اثرات اتنے بُرے نظر نہیں آتے بلکہ وہ عمر گزرنے کے ساتھ ساتھ زیادہ ہشاش بشاش ہوتے چلے جاتے ہیں مگر کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جو عمر گزرنے کے ساتھ ساتھ قنوطیت کا شکار تو ہوتے ہیں مگر اس کے بُرے اثرات، ان کی شخصیت کو بھی پیچیدہ بنا دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سماجی رویے ہیں اور جو آدمی ضرورت سے زیادہ حساس ہو وہ عمر سے پہلے ڈھل جاتا ہے اور مستقل بیماری کی صورت میں بلڈ پریشر، ڈیپریشن، درد شقیقہ اور مختلف اعصابی کمزوریاں اُس کی شخصیت کا اندرونی و بیرونی طور پر گھیراؤ کر لیتی ہیں۔ یہ وہ صورتحال ہے کہ جو خوبصورت سے خوبصورت انسان کو بھی گُھلا کر رکھ دیتی ہے۔ لہٰذا حسین و جمیل پیکر کے حامل بھی سماجی رویوں کی وجہ سے جیتے، مرتے ہیں۔ منیر نیازی کی شخصیت پر اگر غور کیا جائے تو وہ خود بھی ایک انتہائی خوبصورت اور مردانہ وجاہت کے حامل انسان تھے مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انہیں سماج نے ضرورت سے زیادہ حساس بنا دیا۔ اس طرح جب منیر نیازی جیسا یونانی دیوتا کے حُسن کا حامل شخص، مایوس و بدگمان نظر آتا ہے یا پھر کسی پَری جمال کے حُسن پر ڈھلتی عمر کے اثرات ضرورت سے کچھ زیادہ دیکھتا ہے تو یہاں ہم محسوس کرتے ہیں کہ وہ اصل میں اپنی ہی داستان حیات رقم کر رہا ہے۔ اس کا اظہار اُن کی شاعری میں جگہ جگہ ملتا ہے جیسے وہ ڈھلتے حُسن کو دیکھ کر دُکھ درد کو یوں بیان کرتے ہیں:

عُمر کے ساتھ عجیب سا بن جاتا ہے آدمی
حالت دیکھ کے دُکھ ہؤا، آج اُس پری جمال کی
(ایضاً ص۔۴۴۹)

خبر ہے اُس کو بہت وقت کے گزرنے کی
ہے حُسن اپنے ہی اندوہ لازوال میں چاپ
(پہلی ہی بات آخری تھی مشمولہ کلیاتِ منیر، ص۔۶۸۷)

شباب بھی اِک عذاب کی طرح ہے، جسے شاعر عشق کے لیے ضروری بھی سمجھتا ہے۔ اِس کے ختم ہوتے ہی عشق کی سرگرمیاں بھی زیادہ تر ماند پڑ جاتی ہیں مگر دوسری طرف ہمارا معاشرہ ایسا ہے کہ جوان مرد و عورت پر بے شمار قدغن لگا دیتا

ہے مگر عمر گذرنے کے ساتھ ہی اُسے شرافت کا سرٹیفکیٹ بھی عنایت کر دیا جاتا ہے۔ یوں شباب شاعر کے لیے بھی دو طرح سے زحمت ہے کہ ایک تو نوجوان پر ہمارا معاشرہ ہر وقت نالاں اور اُسے پابندیوں میں جکڑنے کے بہانے تلاش کرتا ہے اور دوسرے جوانی از خود قرار نہیں آنے دیتی۔ لہٰذا اِس کا ڈھلنا دونوں طرح سے ہی وجہ قرار بھی ثابت ہوتا ہے۔ اِس کے لیے منیر نیازی کہتے ہیں:

کتابِ عمر کا اِک اور باب ختم ہوا
شباب ختم ہوا اِک عذاب ختم ہوا
(سفید دن کی ہوا، مشمولہ کلیاتِ منیر، ص۔۲۸۷)

یہ تلخ سماجی رویے ہی ہیں کہ جس کی وجہ سے منیر نیازی جیسے حُسن پرست شاعر نے خود احتسابی کے عمل میں خود کو جکڑ لیا اور جس کا اظہار وہ اس طرح سے کرتے ہیں:

ایک ایسا شخص بنتا جارہا ہوں میں منیرؔ
جس نے خود پر بند حسن و جام و بادہ کر لیا
(چھ رنگین دروازے، مشمولہ کلیاتِ منیر، ص۔۵۰۵)

منیر نیازی کے ہاں بچھڑے ہوئے پیاروں کی یادوں کا ایک ذخیرہ ہے۔ یہاں ان کی خوبی جو ناقد کو پوری طرح متوجہ کرتی ہے وہ صیغہ غائب کے محسوسات کو سمجھنا اور اُن کا خود سے اظہار کرنا ہے یعنی وہ غائب کو حاضر جان کر اُس کے احساسات کو تخیل کے زور سے رقم کر دیتے ہیں جو اُنھیں ایک خاص شاعر بنانے کے لیے بہت ہے۔ اپنے لیے دوسرے کے جذبات واحساسات کو خود اپنی سوچ کے مطابق سمجھنا، محسوس کرنا یا تو ایک خود پرست شخص کا کام ہوسکتا ہے یا پھر کسی ضرورت سے زیادہ حساس کا۔ منیر نیازی ہمیں دونوں طرح کے اوصاف کے حامل شاعر نظر آتے ہیں۔ جیسے منیر نیازی کو جب اپنا محبوب ملتا ہے تو اُس کی آنکھوں میں آنے والے آنسوؤں سے وہ یہی اندازہ لگاتے ہیں کہ وہ یقیناً حُسن کی بہار کے گزارنے اور اُن دنوں کی خوبصورت لمحات کو جواُن کی سنگت میں گزرے، کو یاد کر کے ہی غمگین ہے یعنی یہ شاعر کا یقین ہے کہ محبوب، انھیں دیکھ کر کسی احساس سے قطعی عاری نہیں ہوسکتا بلکہ محض حُسن کے ڈھلنے کا احساس ہی اُس کے لیے جان لیوا ہے۔

کچھ اور وہ ہوا نہ ہُوا مجھ کو دیکھ کر
یادِ بہارِ حُسن سے غمناک تو ہوا
(ماہِ منیر مشمولہ کلیاتِ منیر، ص ۔۴۰۵)

حوالہ جات

۱۔ ریاض احمد، روایت اور جدید شاعری مشمولہ جدیدیت کا تنقیدی تناظر، مرتبہ: اشتیاق احمد، بیت الحکمت، لاہور، ۲۰۰۶ء ص۔۴۴۷

۲۔ وقار احمد رضوی، ڈاکٹر، تاریخ جدید اُردو غزل نیشنل بک فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۹۸۸ء ص۔۹۱۲

۳۔ طیبہ ضیاء، جس شہر میں بھی رہنا اکتائے ہوئے رہنا مشمولہ نوائے وقت، ۳۰ دسمبر ۲۰۰۶ء

۴۔نیّر صمدانی،ڈاکٹر،موجود سے ناموجود کے اتصال کا منظر مشمولہ اعتبارات،وکٹری بُک بنک،لاہور،۱۹۹۸ءص۔۱۱۰، ۱۰۹

۵۔شہپر رسول،ڈاکٹر،اُردو شاعری میں پیکر تراشی،مکتبہ جامعہ لمیٹڈ،جامعہ نگر،نئی دہلی،۱۹۹۹ء ص۔۳۶۱

۶۔جلیل عالی،منیر نیازی ایک پورا شاعر مشمولہ سمبل،راولپنڈی،جنوری۔جون،۲۰۰۷ء ص۔۲۶

۷۔ناہید قاسمی،ڈاکٹر،جدید اُردو شاعری میں فطرت نگاری،انجمن ترقی اُردو پاکستان،کراچی،۲۰۰۲ء ص۔۵۳۸

۸۔ایضاً۔

۹۔نیّر صمدانی،ڈاکٹر،موجود سے ناموجود کے اتصال کا منظر مشمولہ اعتبارات،ص۔۱۱۰،۱۰۹